باب اول

عقائد

''عقیدہ اور ایمان کا مفہوم''

عقیدہ کا لفظ عقد سے مشتق ہے جس کا مفہوم ہے گرہ لگانا، مضبوط اور پکا کرنا، عہد و پیمان کرنا، اسلامی اصطلاح میں عقیدے سے مراد اس اساس اور بنیاد کو قولاً وفعلاً تسلیم کر لینے کا نام ہے جس پر تمام افعال و اعمال کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔ تعلیم کے لحاظ سے اسلام کے دو بڑے حصے ہیں، ایک اعتقادی اور دوسرا عملی۔ اعتقادی حصے کو اصولِ ایمان یا اجزائے ایمان کہا جاتا ہے۔ عملی حصہ سے مراد وہ تعلیم ہے جس کے مطابق ایک مسلمان زندگی بسر کرتا ہے۔

قرآن مجید میں عقیدے کی بجائے ایمان کا لفظ استعمال ہوا۔ جو اپنے اندر زیادہ وسعت اور گہرائی رکھتا ہے۔ دین و شریعت کی اصطلاح میں ایمان اس کو کہتے ہیں کہ صدق دل سے ان سب باتوں کو حق تسلیم کیا جائے اور قبول کیا جائے جو حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچائے اور بتلائے۔ پس بندہ مومن کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ان تمام باتوں کو حق جانے جن کی اطلاع اللہ کے رسول نے دی۔ اگر ان میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار کرے تو وہ مومن نہیں ہوسکتا۔

''اسلام میں عقیدہ کی اہمیت''

انسان کے تمام افعال اور حرکات کا مرکز اس کے خیالات ہوتے ہیں۔ خیالات و جذبات پر ہمارے اندرونی عقائد حکومت کرتے ہیں۔ جس قسم کے عقائد ہوں گے اسی رنگ میں ہمارے خیالات و جذبات رنگین ہوں گے اگر خیالات و جذبات غلط عقائد پر مبنی ہیں تو اعمال بھی برے اور خراب صادر ہونگے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں ہمیشہ اعمال صالح سے پہلے ایمان کا ذکر آیا ہے کیونکہ ایمان کے بغیر کسی عمل کو قابل قبول نہیں سمجھا جاتا اس لیے کہ ایمان کے بغیر دل کے ارادے اور خیالات میں اخلاص نہیں پایا جاتا جس پر حسنِ عمل کا دار و مدار ہے۔ قرآن مجید نے نیک عقیدہ اور ایمان کی مثال اس شجر طیبہ (پاک درخت) سے دی ہے جو دل کی سرزمین میں اُگتا ہے اس کی جڑیں گہری جمی ہوئی ہوتی ہیں کیونکہ عقیدہ اور ایمان کی بنیاد وہم و قیاس پر نہیں بلکہ حق پر ہوتی ہے چنانچہ اس سے نیک اعمال مضبوط کردار اور پاکیزہ اخلاق کی جوشاخیں پھوٹتی ہیں وہ آسمان کی بلندیوں تک پہنچتی ہیں اور یہ ایسا درخت ہے کہ ہر آن پھل دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

> '' کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ بات کی کیسی مثال بیان کی ہے۔ جیسے ایک اچھی قسم کا درخت ہو جس کی جڑیں زمین میں گہری ہوں اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہوں اور وہ ہر وقت اپنے پروردگار کے حکم سے پھل دے رہا ہے۔''

اس آیت میں کلمۃً طیبۃً (پاکیزہ بات) سے مراد نیک عقیدہ اور ایمان ہے۔ (سورۃ ابراہیم ۔۲۴،۲۵)

ایمان سے محروم لوگوں کی مثال

ایمان کی دولت سے محروم لوگوں کے اعمال و کردار کو قرآن مجید نے اس راکھ سے تعبیر کیا ہے جس کو ہوا کے جھونکے اڑا، اڑا کر فنا کر دیتے ہیں اور ان کا کوئی وجود باقی نہیں رہتا قرآن مجید میں سورۃ ابراہیم کی آیت نمبر ۱۸ میں مذکور ہے:

''جنھوں نے اپنے رب کا کفر کیا ان کے کاموں کی مثال راکھ کی ہے جس پر آندھی والے دن زور کی ہوا چلی اور وہ اپنے کاموں سے کوئی فائدہ نہ اُٹھا سکے۔ یہی سب سے بڑی گمراہی ہے۔''

''اسلام کے بنیادی عقائد''

قرآن مجید میں سورۃ بقرہ کی آیت نمبر (۲، ۱۷۷) میں آیا ہے:

'' بلکہ نیکی یہ ہے کہ انسان اللہ کو اور یوم آخر کو اور فرشتوں کو اور اللہ کی نازل کردہ کتابوں اور اس کے نبیوں کو مانے۔''

حضرت عمرؓ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں اجزائے ایمان کا ذکر اس طرح آیا ہے: ایک آنے والے شخص نے جو درحقیقت جبرائیل امین تھے حضور احمد مجتبیٰﷺ سے پوچھا آقائے دو جہاں ایمان کی وضاحت فرمائیے۔
سرکار دو عالمﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کو اس کے فرشتوں کو اس کی نازل کردہ کتابوں کو اس کے رسولوں کو اور آخرت کو حق جانو اور حق مانو''

قرآن و حدیث کی رو سے اجزائے ایمان پانچ ہیں ، اللہ پر ایمان ، فرشتوں پر ایمان ، نازل کردہ کتابوں پر ایمان ، رسولوں پر ایمان اور آخرت کے

دن پر ایمان۔

چنانچہ عقیدہ دین کی اولین اساس ہے۔شریعت جتنی عظیم ہے عقیدہ اتنا ہی محکم ہے۔مضبوط بنیاد کے بغیر عمارت کا استحکام ممکن نہیں۔اسلام نے عقیدے کی پختگی اس کی تطہیر اور استقامت و سلامتی پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔قرآن مجید کا ایک تہائی حصہ عقائد ہی سے متعلق ہے۔حضورﷺ نے اپنی مکی زندگی کے تیرہ (13) سالوں میں ایمان وعقیدے ہی کی تعلیم دی۔

اللہ پر ایمان، اسکے دلائل، توحید باری تعالیٰ، اس کی مختلف اقسام، شرک اور اس کی مختلف شکلوں کا بیان، وسیلہ، شفاعت، فرشتوں اور قیامت پر ایمان، جنت و دوزخ پر یقین، تقدیر، قضا وقدر کی حقیقت کا اعتراف عالم برزخ قبر میں سوال و جواب منکر نکیر، آنکھوں سے نظر نہ آنے والی عالم آخرت کی تمام تفصیلات حشر ونشر، قیامت صور، پل صراط، میزان وغیرہ جیسے عظیم حقائق ایمانی پر یقین کامل ہونا ایک بندہ مومن کی ایمانی زندگی کا لازمی جزو ہے، اگر جسم کی نشوونما کے لیے ہوا پانی غذا اور دوا کی ضرورت ہے تو روح کی پاکیزگی اور باطن کی اصلاح کے لیے عقائد کی درستگی اور شرعی اصولوں کی پابندی اس سے زیادہ ضروری ہے۔

چنانچہ ایک بندہ مومن کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہی ذاتِ واحد ہے جس نے انسان کو وجود بخشا وہی اس کا خالق و مالک اور روزی رساں ہے وہ بڑا علیم وخبیر بڑی حکمت وقدرت والا ہے۔وہ اس کی سنتا، اسے دیکھتا اور اس کے بے حد قریب ہے۔وہ یہ جانتا ہے کہ اس ذات باری تعالیٰ نے کل کائنات کو اسکے لیے اور اسے اپنی عبادت اور بندگی کے لیے پیدا کیا۔اسی مقصد کی تکمیل کی خاطر اس نے بے شمار انبیاء اور رسول ہر قوم اور ہر زمانے میں مبعوث فرمائے۔ان پر آسمانی کتابیں نازل کیں۔خدا نے اپنے پیغمبروں اور آسمانی کتابوں کے ذریعے جسقدر احکام اسے عطا کیے ان کا ماننا اور ان پر عمل کرنا اس پر فرض ہے اور جن چیزوں سے اسے منع کیا گیا ان سے رُک جانا اس کے لیے لازم ہے۔

عقیدے کی دُرستگی کے بغیر دل، دماغ، روح اور ضمیر کی نہ تو صفائی ہوگی نہ افکار و خیالات میں پاکیزگی آئے گی۔اس کے اخلاق و عادات میں کمال اور بڑائی پیدا ہوگی نہ اسکی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں کوئی اصلاح اور درستی پیدا ہوگی۔ایک بندہ مومن یہ جانتا ہے کہ اگر اسکے رب نے اسے پسند کیا ور اس سے محبت کی تو جملہ خلائق از خود اس سے محبت کرے گی۔لیکن اگر اس کا رب ناراض ہوا تو ہر کوئی اس سے ناراض ہوگا اس لیے کہ جملہ خلائق کا دل خالق کائنات کی دو انگلیوں کے بیچ معلق ہے وہ جب چاہے انھیں اُلٹ پلٹ سکتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ہی انسان کا خالق و مولیٰ ہے اس کے سوا کسی کو یہ قدرت نہیں۔ وہی اس کا معبود ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں نہ اس کے سوا کوئی پروردگار ہو سکتا ہے اور نہ الوہیت کی شان اور ربوبیت کی صفت کسی اور کے اندر پیدا ہوسکتی ہے۔حق تعالیٰ کو اس کے اسماء وصفات کے ساتھ ماننا، اس کی وحی پرعمل پیرا ہونا اس کی اطاعت وعبادت کرنا اس کی بھیجی ہوئی شریعت کی کامل پیروی کرنا، عقائد کا مرکز ومحور ہے۔

عقیدہ توحید

اللہ ایک ہے الوہیت میں اس کا کوئی ثانی نہیں۔ وہ بیوی بچوں سے پاک ہے منزہ ہے۔ وہ سب کا مالک ہے اس کا کوئی شریک نہیں بادشاہ ہے اس کا کوئی وزیر نہیں۔ صانع ہے اسکو کوئی تدبیر سکھانے والا نہیں۔ وہ بذات خود موجود ہے وہ کسی موجد کا محتاج نہیں۔ اللہ کے سوا جتنی چیزیں ہیں اپنے وجود میں سب اُسکی محتاج ہیں تمام عالم اُس سے موجود ہے وہ قدیم وازلی اور ابدی ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔جس طرح اُس کی ذات قدیم، ازلی وابدی ہے صفات بھی ازلی وابدی ہیں۔

اس کی ذات وصفات کے سوا ساری چیزیں حادث ہیں یعنی پہلے نہ تھیں

پھر موجود ہوئیں۔ جو شخص عالم میں کسی شے کو قدیم مانے یا اس کے حادث و نو پید ہونے میں شک کرے وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

دنیا بھی اُسی کی ہے آخرت بھی اُسکی۔ اول آخر سب اسی کا ہے وہ قیوم ہے۔ اس پر سب کا قیام و دارومدار ہے۔ وہ کبھی نہیں سوتا وہ قہار ہے اُسکی ساحت عزت تک کسی کی رسائی نہیں اُسکا مثل کوئی نہیں۔ اس نے عرش پیدا کیا اور استوار کو سلطنت کی حد بنایا اُس نے کرسی پیدا کی پست زمین اور بلند آسمانوں سے اُسکو وسیع تر پیدا کیا۔ اُس نے لوح و قلم کو پیدا کیا اور روز قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا اپنے علم کے مطابق قلم سے لکھوایا اُس نے بغیر کسی سابقہ نمونے کے عالم کو پیدا کیا۔ مخلوقات کو پیدا کیا۔ ارواح کو اجسام میں امین بنا کر اتارا اور جب انسان کے جسم میں روح اُتری ہے تو اسے اپنا خلیفہ بنایا۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسکو اپنی قدرت سے انسان کا مطیع فرما دیا۔ جو ذرہ حرکت کرتا ہے اُس سے اُسی کی طرف حرکت کرتا ہے سب کچھ اُس نے پیدا کیا۔ اُس کو کسی کی حاجت نہ تھی اُس پر اُن کے پیدا کرنے کو کسی نے واجب نہیں کیا۔ پیدا کرنے سے پہلے اُس کو ان سب کا علم تھا وہ ہر شے پر قادر ہے وہ ذات سب کو اپنے علم سے احاطہ کیے ہوئے ہے وہ تمام اشیاء کے عدد سے واقف ہے۔ وہ رازوں اور خفی تر چیزوں کو جانتا ہے آنکھوں کی خیانت اور سینے جن چیزوں کو چھپاتے ہیں اسے سب معلوم ہے وہ سب کو ازل سے جانتا تھا اور ابد تک جانے گا۔ اشیاء بدلتی ہیں اس کا علم نہیں بدلتا۔ ذاتی علم اسی کا خاصہ ہے جو اس کے ذاتی علم کسی پیغمبر یا بزرگ کی طرف منسوب کرے وہ کافر ہے۔ تمام چیزیں اسکے ارادے و اختیار سے ہیں۔ بغیر اللہ کے ارادے کے کوئی ارادہ بھی نہیں کر سکتا۔ بندہ کسی کام کا لاکھ ارادہ کرے جب تک خدا نہ چاہے وہ کام نہ ہوگا نہ اس کے کرنے کی استطاعت و قوت ہی پیدا ہوگی۔ پس ہر چیز اُسکی مشیت و حکمت و ارادت سے ہے ہر انسان کا عمل اس نے مرتب کر دیا جو کچھ ہونے والا تھا اُس نے لوح و محفوظ میں لکھ دیا بعض

لوگوں کو تقدیر کا مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے کہ جب اُس نے ایک شخص کے لیے نیکی و بدی لکھ دی پھر نیکی کی جزا اور بدی کی سزا کیوں دیتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے انسان کو اختیار دیا تھا اسکو اپنے ازلی علم سے معلوم تھا کہ فلاں برائی کرے گا اور فلاں نیکی۔ کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ جو اس نے لکھ دیا اس پر ہم کو چلنا پڑتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں یا کرینگے اُس دانا و بینا کے علم میں پہلے سے ہی آچکا ہے۔ انسان اپنے آپ کو نہ تو بالکل مختار سمجھے اور نہ بالکل مجبور، دونوں عقیدے گمراہی ہیں۔ برا کام کرکے اسکو تقدیر کی طرف منسوب کرنا سخت گناہ ہے۔ اگر کسی سے گناہ سرزد ہوجائے تو اس کو شامت نفس سمجھے اور نیک کام ہوتو اس کومنجانب اللہ تصور کرے۔

وہ رب العالمین ہے چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی مخلوق کو روزی دیتا ہے وہی ہر چیز کی پرورش کرتا ہے اور حقیقۃً روزی پہنچانے والا ہے۔ والدین حاکم بادشاہ سب وسیلے اور واسطے ہیں۔ اس کے ہر فعل میں کثیر حکمتیں ہیں خواہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ اس کے فعل کے لیے غرض و غائت نہیں اور نہ اس کے افعال علت و سبب کے محتاج ہیں۔ اس کی سب باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک عقل پہنچتی ہے وہ خدا نہیں اور جو خدا ہے اس تک عقل رسا نہیں۔ اس کا دیدار آخرت میں ہر مسلمان کے لیے ممکن بلکہ واقع ہے البتہ اُسکا دیدار بلا کیف ہے یعنی دیکھیں گے یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیسے دیکھیں گے۔

چنانچہ مومن کی سب سے بڑی دولت عقیدۂ توحید ہے انبیاء کی تشریف آوری اور آسمانی کتابوں کا بنیادی موضوع عقیدۂ توحید کے گرد گھومتا ہے اور یہی نبوت محمدی ﷺ کا مقصد اور نزول قرآن کی بنیادی غرض ہے۔

عقیدہ نبوت

اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے انسانوں کو ہدایت و راہنمائی کے

لیے جن پاک ہستیوں کو اپنا پیغام پہنچانے کے لیے مبعوث فرمایا ان کو نبی یا رسول کہتے ہیں۔ یہ مقدس ہستیاں حق تعالیٰ اور اُس کے بندوں کے درمیان وسیلہ و واسطہ ہوتی ہیں۔ دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بنی نوع انسان کی رشد و ہدایت کے لیے آئے اور سب سے آخر میں حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے۔

اللہ کے نبی تمام مخلوق الٰہی سے افضل و اعلیٰ و برتر ہوتے ہیں۔ فرشتوں میں بھی ان کا ہم مرتبہ نہیں۔ بڑے سے بڑا ولی ان کے برابر نہیں ہو سکتا۔ انبیاء کرام تمام گناہوں سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں۔ نبی کی تعظیم کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے بلکہ یہ فرض دیگر تمام فریضوں سے بڑھ کر ہے۔ جو شخص کسی نبی کی شان میں کوئی گستاخی کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اگرچہ اسلام کا نام لیتا رہے۔ انبیاء کرام خود بھی غیب کی باتوں کا علم رکھتے ہیں اور دوسروں کو بھی ان کی خبر دیتے ہیں۔ حساب کتاب، جنت دوزخ، ثواب عذاب، حشر نشر اور فرشتے غیب نہیں تو اور کیا ہیں۔ نبی وہ کچھ بتاتے ہیں جس تک عقل کی رسائی نہیں مگر یہ علم غیب ان کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا عطیہ اللہ تعالیٰ کے دیئے سے ہے۔ لہٰذا انبیاء کرام کا علم عطائی ہے یعنی حق تعالیٰ کا عطا کیا ہوا جبکہ خدائے تعالیٰ کا علم ذاتی ہے یعنی اپنی صفات سے۔

اللہ کے تمام نبی زندہ ہیں۔ ان پر ایک آن کو محض قرآنی وعدے کی تصدیق کے لیے موت طاری ہوتی ہے۔ اس کے بعد ان کو حقیقی زندگی عطا ہوتی ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آیا ہے:

> ''بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا کہ انبیاء کے جسموں کو
> کھائے لہٰذا اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اُسے رزق ملتا ہے۔''
>
> (ابن ماجہ مشکوٰۃ شریف ص 121)

چنانچہ تمام انبیاء کرام کے جسموں کے محفوظ ہونے اور ان کے زندہ ہونے

پر پوری اُمت کا اتفاق ہے۔ انبیاء کرام کے مختلف مراتب ہیں۔ بعض کے رُتبے دوسروں سے اعلیٰ ہیں اور سب میں اکمل و افضل اور برتر و بالا ہمارے آقا و مولیٰ نبی رحمت حضرت محمدﷺ ہیں۔ اس لیے آپﷺ کو سیّد الانبیاء کہا جاتا ہے یعنی سارے نبیوں کے سرور و سردار۔ تمام زمین ان کے مِلک ہے جنت ان کی جاگیر ہے اور ہر قسم کا رزق و خیر حضورﷺ کے مبارک ہاتھوں سے تقسیم ہوتا ہے قیامت کے دن گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی رحمت ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں ہم پر بھی درود بھیجنا واجب ہے۔

حضور نبی کریمﷺ کی رسالت پر ایمان لانا فرض ہے

قرآن مجید کی نظر میں سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمدﷺ کا ادب و احترام ایمان کی جان اور انسانیت کی روح ہے۔ جس طرح عقیدہ توحید کے ذریعے ایک اللہ پر ایمان لانا ضروری ہے اس طرح حضور پرنور حضرت محمدﷺ کی رسالت پر یقین رکھے اور آپﷺ کے احکام کی اطاعت کیے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ قرآن مجید فرقان حمید نے آپﷺ کے منصب مقام اور آپﷺ کی اتباع کی اہمیت کو واشگاف الفاظ میں بار بار بیان کیا تا کہ اُمت اپنے رسولﷺ کی حیثیت مرتبے اور مقام کو پہچان کر اپنی زندگی سیّد کونینﷺ کی سیرت کے سانچے میں ڈھالے۔ کیونکہ آپﷺ کی سیرت مبارکہ قرآن کی عملی تفسیر ہے آپ ﷺ کا ہر قول و فعل قرآنی احکام کے عین مطابق ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ اپنے رسولﷺ کی اطاعت کو لازم قرار دیا سورۃ انفعال میں حکم خداوندی ہے:

> ”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسولﷺ کی اطاعت کرو
> اور اس سے روگردانی مت کرو“

سورۃ حشر میں فرمایا:

''اور جو کچھ رسول تمہیں دیں لے لو اور جس چیز سے تمہیں منع کریں رُک جاؤ''

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا جذبہ کارفرما نہ ہو۔ آپ ﷺ کی پیروی اور تقلید کو فلاح دارین کی خاطر لازم قرار دیا گیا۔ چونکہ قرآن حکیم کے احکام کی پیروی اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک انھیں رسول اللہ ﷺ کی سُنت کی پیروی میں نہ دیکھا جائے اس لیے آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ کو اس کی تمام جزئیات کے ساتھ محفوظ کر دیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی تعلیمات اور گفتار و کردار کے ساتھ گویا قیامت تک اپنے آئین کے ساتھ خود موجود ہیں اور جہاں دین کی تعلیم اپنے عمل کے لیے کوئی نمونہ طلب کرتی ہے تو وہاں رسول اللہ کی سنت آگے بڑھ کر اس کا عملی نمونہ پیش کر دیتی ہے۔ حضور ﷺ کی رسالت کا ایک وصف جامعیت ہے۔ دوسرے مذاہب پوری انسانی زندگی کا احاطہ نہیں کرتے ان کے مقابلے میں رسالت محمدی ﷺ زندگی کا نہایت جامع اور منظّم ضابطہ پیش کرتی ہے۔ حیات انسانی کا ہر گوشہ خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی معاشرتی ہو معاشی، روحانی ہو یا جسمانی اسلام کی ہدایت سے محروم نہیں چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا اور اس کے مطابق عمل کرنا بے حد ضروری ہے جس کے بغیر قیامت کے عذاب سے نجات اور جنت کی ابدی راحتوں سے لطف اندوز ہونا قطعی ممکن نہیں۔

جو بندہ آپ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے پر اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق عمل نہیں کرے گا قیامت کے دن سرا سر خسارے اور نقصان میں ہوگا۔ کمال آدمیت اور دنیا و آخرت کی سعادتوں کے لائق ہونے کے لیے حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت پر ایمان اور آپ ﷺ کی کامل پیروی از بس ضروری ہے۔

عقیدہ ختم نبوت

حضور نبی کریم ﷺ تمام نبیوں کے آخر میں تشریف لائے اور نبوت و رسالت کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچا تھا وہ حضور نبی کریم ﷺ پر ختم ہو گیا۔ آپ ﷺ آخری نبی اور رسول ہیں۔ چونکہ حضور نبی کریم ﷺ تمام انبیاء کے سلسلے کو ختم کرنے والے ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اس لیے حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کے وجودِ اقدس پر ختم نبوت کی مُہر ثبت کر دی۔ حضرت جابر بن سمیرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مُہر نبوت کی زیارت کی جس کا حجم کبوتر کے انڈے جتنا تھا۔

امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ الکریم کے پوتے حضرت ابراہیم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ جب بھی حضرت علیؓ حضور نبی کریم ﷺ کا حلیہ مبارک بیان فرماتے تو طویل حدیث بیان کرتے اور فرماتے کہ آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مُہر نبوت تھی اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

(ماخوذ شمائل ترمذی باب نبوت کے بیان میں سیّد امیر شاہ گیلانی)

مُہر نبوت کے بارے میں بہت سی روایات مختلف احادیث کی کتابوں میں متواتر سند کے ساتھ بیان کی گئی ہیں ان سب کا ذکر باعث طوالت ہوگا۔ سابق انبیاء کرام کے اجسام پر یہ علامت نہیں پائی گئی۔ آپ کے وجود اطہر پر مُہر نبوت ایک معجزہ ہے۔ چنانچہ حضور ہی پیشوائے مُرسلین اور حضور ﷺ ہی خاتم النبیین ہیں۔ قرآن حکیم نے ختم نبوت کا انتہائی صاف اور واضح اعلان فرمایا:

''لوگو، محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں مگر
وہ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم
رکھنے والا ہے۔'' (القرآن)

اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کی جوخصوصی صفت بیان ہوئی ، وہ ہے آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا۔ اللہ نے آپ ﷺ کوختم نبوت کا اعزاز عطا فرما کر تمام رسولوں اور نبیوں پر آپ ﷺ کی فضیلت ثابت کر دی اور آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے پر شہادت دے دی۔ اس طرح قرآن پاک کی ننانویں آیات ختم نبوت کا ثبوت فراہم کرتیں ہیں اور دو سو دس (۲۱۰) صحیح احادیث میں بھی اس امر کی وضاحت موجود ہے کہ آنخضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا ان میں سے ایک سو (۱۰۰) سے زیادہ احادیث متواتر ہیں۔

(سیرت خاتم الانبیاء۔ مولانا مفتی محمد شفیع)

امام ابن حزمؒ نے لکھا ہے کہ:

''جن حضرات نے آنخضرت ﷺ کی نبوت معجزات اور قرآن مجید کو نقل کیا ہے ان میں سے کثیر تعداد حضرات کی نقل سے آنخضرت ﷺ کا یہ فرمان بھی ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں'' (صحیح بخاری باب مناقب خاتم النبیین)

اس سلسلے میں چند احادیث کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

''میرے اور دوسرے انبیاء علیہ السلام کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک مکان بنایا اور اُسے مکمل کر لیا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی بس میں قصر نبوت کی وہی آخری اینٹ ہوں۔ سن لیجئے میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

(صحیح بخاری باب مناقب خاتم النبیین)

یعنی جو ہوا دفتر تنزیل تمام
آخر میں ہوئی مُہر اکملت لکُم

فرمایا: رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا میرے بعد اب نہ کوئی نبی ہے اور نہ کوئی رسول۔ (ترمذی کتاب الرویا)

پس نبوت کا سلسلہ آپ ﷺ پر ختم ہو چکا۔ آپ کے بعد جو بھی نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرے وہ دجال و کذاب ہے۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا صحابہ کرام نے ان کے خلاف جنگ کی تھی کیونکہ عقیدہ ختم نبوت بنیادی مسئلہ ہے جس کو تسلیم کیے بغیر کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ حضور ﷺ پر رسالت و نبوت کے مقدس سلسلہ کی تکمیل ہوگئی اب آپ کے بعد کوئی بھی کسی بھی قسم کا، یعنی ظلی، بروزی، مجازی، تشریعی نبی نہیں آ سکتا اور نہ ہی آپ کے بعد کسی پر کسی قسم کی وحی کا نزول ہو سکتا ہے آپ ﷺ کی ذات مقدس پر اس سلسلے کی تکمیل ہو چکی۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

لا نبی بعد احسان خدا است
پردہ ناموس دین مصطفیٰ است

سیّد الانبیاء ﷺ کے فضائل مبارکہ

حضور نبی کریم ﷺ میں دو قسم کے اوصاف پائے جاتے ہیں ایک وہ جن میں نبی و رسول آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہیں مثلاً ایمان، اسلام، رسالت اور نبوت۔ دوسری قسم کے وہ اوصاف ہیں جو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہیں ان میں کوئی دوسرا آپ ﷺ کا شریک نہیں بلکہ کسی دوسرے کا ان میں شریک ہونا محال ہے۔ یہ وہ صفات ہیں جنھیں خصائص کہا جاتا ہے۔ یہ اوصاف آپ ﷺ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کے بعض خصائص و فضائل و کمالات یہ ہیں۔

☆ سب سے پہلے جس کو نبوت ملی وہ آپ ﷺ ہیں۔
☆ قیامت کے روز جو سب سے پہلے قبر سے اُٹھے گا وہ آپ ﷺ ہی ہوں گے
☆ شفاعت کی اجازت سب سے پہلے آپ ﷺ ہی کو دی جائے گی۔

☆ پل صراط سے سب سے پہلے حضورﷺ اپنی اُمت کو لے کر گزریں گے۔

☆ حضور اقدسﷺ کو اللہ عزوجل مقام محمود عطا فرمائے گا کہ تمام اولین و آخرین حضورﷺ کی حمد وستائش کریں گے۔

☆ حضور اکرمﷺ کو ایک جھنڈا مرحمت ہوگا جس کو لواء الحمد کہتے ہیں۔ تمام مومنین حضرت آدم علیہ السلام سے آخر تک سب اسی کے نیچے ہوں گے۔

☆ حضورﷺ ہی کے لیے ساری زمین پاک کرنے والی اور مسجد ٹھہری۔

☆ حضورﷺ ہی پیشوائے مرسلین و خاتم النبیین ہیں۔

☆ روز محشر حضورﷺ آگے آگے ہوں گے اور ساری مخلوق پیچھے پیچھے۔

☆ باقی انبیاء کرام کسی ایک قوم کی طرف بھیجے گئے اور حضور اقدسﷺ رسول بنا کر تمام مخلوق کی طرف مبعوث فرمائے گئے ہیں اور آپﷺ ہی ساری کائنات کے نبی ہیں۔

☆ آپ کو جسم اقدس کے ساتھ معراج ہوئی اور وہ قرب خاص حاصل ہوا کہ کسی بشر و ملک کو کبھی نہ حاصل ہوا اور نہ کبھی حاصل ہوگا۔ جمال الٰہی بچشم سر دیکھا اور کلام الٰہی بلا واسطہ سُنا اور تمام زمینوں، آسمانوں کو بالتفصیل ذرہ ذرہ ملاحظہ فرمایا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے آپﷺ پر ایمان لانے اور آپﷺ کی مدد کرنے کا وعدہ لیا۔

☆ آپﷺ کو اللہ تعالیٰ نے محبوبیت کبریٰ کے مرتبہ پر سرفراز فرمایا۔ حبیب اللہ کا خطاب دیا تمام جہاں اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ آپﷺ کی رضا کا طالب ہے۔

☆ حضورﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری، عین اطاعت الٰہی ہے اور اطاعت الٰہی حضورﷺ کی اطاعت کے بغیر ناممکن ہے۔

☆ احکام شریعت حضور اکرمﷺ کے قبضہ میں کر دیئے گئے ہیں کہ جس کے

لیے جو چاہیں حلال فرما دیں اور جو فرض چاہیں جسے چاہیں معاف فرمادیں۔

☆ حضور اقدس ﷺ اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں۔ تمام جہان حضور نبی کریم ﷺ کے ماتحت ہیں سارا عالم ان کا محکوم ہے۔ جو چاہیں کریں اور جو چاہیں حکم دیں تمام جہان میں ان کے حکم کو پھیرنے والا کوئی نہیں۔

☆ حضور اکرم ﷺ رحمت العالمین ہیں خدائی نعمتوں کی تقسیم انھیں کے مبارک ہاتھوں سے ہوتی ہے اور بارگاہ الٰہی سے جو کچھ ملتا ہے انھیں کے واسطہ سے ملتا ہے۔

☆ حضور اقدس ﷺ جس طرح اپنے تمام کمالات میں جملہ انبیاء و مرسلین سے افضل و اعلیٰ برتر و بالا ہیں اسی طرح آپ ﷺ کمالات علمی میں بھی سب سے فائق، سب کے صدر نشین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کے علوم آپ ﷺ کو عطا فرمائے۔ علوم غیبیہ کے دروازے کھولے۔ ہر چیز حضور نبی کریم ﷺ پر روشن فرما دی اور حضور اکرم ﷺ نے گزشتہ و آئندہ تمام امور کی معرفت حاصل کر لی۔ اُمت کا ہر حال ان کی نیتیں، ان کے ارادے اور دلوں کے خطرے سب حضور ﷺ پر روشن ہیں۔ اللہ عزوجل نے حضور اکرم ﷺ کو اپنی ذات کا مظہر و آئینہ بنایا اور حضور ﷺ پر نور کے تمام عالم کو منور فرمایا۔ ہر شے میں حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کا نور جلوہ فرما ہے۔ ہر چیز میں ان کے نور کا ظہور ہے بایں معنی ہر جگہ حضور نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم تشریف فرما ہیں حاضر و ناظر ہیں مگر جو آنکھ بصارت سے محروم ہے اس کا کیا علاج۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا نظارہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

(اسباق دین ص ۷)

آسمانی کتابیں اور صحیفے

اللہ تعالیٰ کی کتابوں سے مراد اسکے احکام اور فرمودات کے وہ مجموعے ہیں جو ہر زمانے کے نبی اور رسول پر نازل ہوئے اور اکٹھا ترتیب پا کر آسمانی کتابوں کے نام سے دنیا کے سامنے آتے رہے یا یکجا نہ ہوئے اور متفرق صحیفے کی شکل میں مشہور ہوئے۔ صحیفوں کی مثال جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفے اور کتابوں سے مراد تورات، زبور، انجیل اور قرآن کریم ہیں۔ جو بالترتیب حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت عیسی علیہ السلام اور نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفی ﷺ پر نازل ہوئیں۔

آسمانی کتابوں پر ایمان کا مفہوم یہ ہے کہ اسلام جس طرح تمام نبیوں اور رسولوں پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے اس طرح وہ ان تمام صحیفوں اور کتابوں پر ایمان لانے کا مطالبہ کرتا ہے جو مختلف ادوار میں انسانوں کی ہدایت کے لیے وقتاً وقتاً اُتاری گئیں۔ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتابوں پر ایمان لانا دین کا اہم رُکن ہے۔ قرآن حکیم ہر عقیدے کو بار بار دہرا کر یہ تعلیم دیتا ہے کہ ان سب کو تسلیم کرنا اطاعت ہے۔

سورۃ نساء میں ارشاد خداوندی ہے:

> ''اے ایمان والو! اللہ پر اس کے رسولوں پر اور جو کتاب اس نے اپنے پیغمبر پر نازل کی اور جو کتابیں اس سے پہلے نازل کی تھیں سب پر ایمان لاؤ اور جو شخص اللہ اور اُسکے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کے دن سے انکار کرے وہ سیدھے راستے سے بھٹک کر دور جا پڑا۔''

اللہ پر ایمان اسلامی عقائد کی روح ہے تو اس کی کتابوں پر ایمان لانا اس کی شاخ اور اسلام کا تیسرا بنیادی عقیدہ ہے جسکو تسلیم کیے بغیر ایمانیات کا گوشہ مکمل نہیں ہوتا۔

قرآن حکیم کی فضیلت

قرآن کریم سب سے افضل کتاب ہے جو سب سے افضل رسول حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ پر نازل فرمائی گئی۔ یہ کتاب اللہ کی بھیجی ہوئی مکمل ترین کتاب ہے اور چونکہ سب سے آخر میں نازل ہوئی اس لیے اللہ تعالیٰ نے پچھلی تمام کتابوں کو اس کے ذریعے منسوخ کیا۔ علاوہ ازیں قرآن حکیم کی شکل میں بنی نوع انسان کو جو پیغام ملا وہ کسی گروہ یا جماعت کے لیے مخصوص نہیں اور نہ ہی اسکی آواز کسی زمین یا زمان کے ساتھ محدود ہے بلکہ اس کی حیثیت ابدی اور آفاقی ہے چونکہ حضور ﷺ کو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے ہادی و راہنما بنا کر بھیجا گیا اس لیے آپ کے لائے ہوئے پیغام کو زندہ ،محفوظ ،مکمل ، دائمی عالمگیر اور ناقابل تغیر بنا دیا۔ اس کی حفاظت خود اللہ نے اپنے ذمے لی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

''ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں''

قرآن مجید سے پہلے بہت سی کتابیں نازل ہوئیں لیکن آج ان میں سے کوئی ایک بھی اپنی اصل صورت میں باقی نہیں۔ آنحضرت ﷺ کی لائی ہوئی کتاب کا ایک ایک حرف محفوظ ہے۔ قرآن مجید اپنے پیغام، اپنی زبان ، اپنے اسلوب بیان اور طرز استدلال کے لحاظ سے بینظیر ہے۔ اس کا پیغام انقلاب آفرین ہے اسکی زبان نہایت شیریں اور فصیح ہے۔ اس میں دنیا کی تمام مشکلات اور مصائب کا حل موجود ہے۔

قرآن کریم جو ایک طرف اللہ تعالیٰ کے وجود اسکی واحدنیت اسکے علم،

حکمت ، رحمت اور طاقت وشوکت کی گواہی دیتا ہے اور دوسری طرف حضور اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت اور آپ ﷺ کے فضل و کمال نیز دیگر آسمانی کتابوں کے برحق ہونے کی شہادت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ شہادتیں اور خود اس کی حفاظت ایک ایسی تاریخی حقیقت ہے جو ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔اس لیے کہ انسانی تاریخ میں دوسری ایسی کوئی چیز نہیں پائی جاسکتی جو اسقدر قطعی اور یقینی ہو چنانچہ ایسا کامل دستور العمل یا ضابطہ حیات جو زندگی کے تمام شعبوں اور انسانی ترقی کے تمام مرحلوں میں صحیح راہنمائی فرمائے وہ صرف ایک ہی صحیفہ آسمانی ہے جس کا نام قرآن مجید ہے۔

فرشتوں پر ایمان

ملائکہ پر ایمان لانا اسلامی عقائد کا لازمی جزو ہے۔ فرشتے حق تعالیٰ کی عظیم الشان سلطنت کے غیبی کارکن ہیں اور اس کے بے حد فرمانبردار بھی۔ لہٰذا ان کے وجود کو تسلیم کرنا اللہ تعالیٰ کی بیکراں غیبی قوتوں پر ایمان لانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملائکہ پر ایمان لانا بھی ایمان کی تکمیل کے لیے ضروری ہے جو ان کی اُس حیثیت کو تسلیم نہ کرے جو قرآن اور احادیث نبویہ میں پیش کی گئی تو اس کا شمار اسلام کے دائرہ میں نہیں کیا جا سکتا۔

فرشتے اللہ تعالیٰ کی سب سے طاقتور اور معصوم مخلوق ہیں۔ ان کی تعداد صرف اللہ کے علم میں ہے۔ جس نے ان کو پیدا کیا، ان کا بدن نور کا بنایا اور ان کو اپنی قدرت و ادارت سے کائنات کے انتظام کے لیے مقرر فرمایا۔ ان کا کام صرف اللہ کی فرمانبرداری اور حکم کی تعمیل ہے۔ ان میں نافرمانی اور سرکشی کا مادہ نہیں پایا جاتا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے مختلف کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ بعض کا کام انبیاء کرام کی خدمت میں وحی لانا ہے کسی کے متعلق پانی برسانا، کسی کے متعلق روزی پہنچانا ، کسی کے ذمے خدا اور اس کے رسول ﷺ کا ذکر کرنے

والوں کی محفلیں تلاش کرنا کسی کے متعلق سرکار دو عالمﷺ کی خدمت میں اُمت کی طرف سے پڑھا جانے والا درود وسلام پہنچانا۔

بعض فرشتے بندوں کے اعمال لکھنے پر مامور ہیں۔ بندہ جو کچھ اپنی زبان سے بولتا ہے فرشتے اس کو قلم بند کرتے جاتے ہیں اور یہی نامہ اعمال کی صورت میں کل روزِ محشر پیش کیے جائیں گے۔ ان فرشتوں کو کراماً کاتبین کہتے ہیں۔ بعض فرشتے قبر میں مردوں سے سوال کرنے پر متعیّن ہیں۔ ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں۔ ان کی شکل بڑی ہیبت ناک ہے ان کے علاوہ اور بہت سے کام ہیں جو ملائکہ انجام دیتے ہیں۔ بعض بڑے فرشتوں کے نام اور ان کے اہم کام کا ذکر کیا جاتا ہے۔

1- **حضرت جبرائیل علیہ السلام:**

ان کو روح القدس یعنی پاکیزہ روح بھی کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی قوت و امانت کی تعریف فرمائی ہے چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

''بے شک یہ قرآن ایک باعزت فرشتہ کا لایا ہوا ہے۔ وہ قوت والا اور عرش والے کے پاس بڑے مرتبہ والا ہے وہاں وہ سردار اور امانت دار ہے۔'' (تکویر:19 تا 21)

چنانچہ انبیاء کرام اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جبرائیل امین واسطہ ہوتے ہیں اور آسمانی سفارت کو بندوں تک بلاکم و کاست پہنچانے کا عظیم المرتبت فریضہ انجام دیتے ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے پیغمبر یہ قرآن پروردگارِ عالم کا نازل کیا ہوا ہے اس کو تمہارے دل پر روح الامین نے صاف عربی زبان میں نازل کیا تاکہ تم ڈرانے والوں میں سے ہو جاؤ'' (شعراء، 192:194)

واقعہ معراج کی روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی تاریخ کے اس عظیم ترین سفر میں جو مکہ مکرمہ میں مسجد حرام سے شروع ہوا اور جس کی آخری منزل سدرۃ المنتہیٰ تھی اس کے بڑے حصے میں حضور نبی کریم ﷺ کی رفاقت کا شرف جس فرشتے کو حاصل ہوا وہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔

2- **حضرت میکائیل علیہ السلام:**
بارش اور روزی پہنچانے کا کام ان کے سپرد ہے۔

3- **حضرت اسرافیل علیہ السلام:**
قیامت کے دن صور پھونکنے کا کام انجام دیں گے۔

4- **حضرت عزرائیل علیہ السلام:**
موت یعنی روح قبض کرنے کا کام ان کے سپرد ہے۔

عقیدہ آخرت پر ایمان لانا:

آخرت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس حقیقت کو تسلیم کیا جائے کہ اس دنیا کی زندگی کے بعد ایک اور زندگی اور ایک اور عالم آنے والا ہے وہاں انسان کو اس دنیا میں کیے ہوئے اچھے اور برے اعمال کی جزاء وسزا ملے گی۔

چنانچہ جن بنیادی عقائد پر ایمان لانا ضروری ہے ان میں سے ایک عقیدہ آخرت بھی ہے قرآن مجید میں ایمان بالآخرۃ پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ ارشاد حق تعالیٰ ہے:

"جو ایمان لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور عمل کیے نیک
پس ان کے لیے ان کے رب کے پاس اجر ہے۔"
(البقرہ۔٦٥)

پھر فرمایا:

"اور آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں جو لوگ آخرت کو مانتے ہیں وہی کتاب الٰہی پر ایمان لاتے ہیں۔"

عقیدہ آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے متعلق قرآن مجید نے فرمایا:

"پس تمہارا خدا ایک ہی ہے لیکن جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے وہ سیدھی راہ سے ہٹ کر چلنا چاہتے ہیں ان کے دل اس کے ماننے سے انکار کرتے ہیں اور وہ تکبر کرتے ہیں۔" (النحل 22)

یوم آخر ساری کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح ہوں گے اور آسمان پھٹ جائے گا۔ آفتاب وستارے تاریک ہو جائیں گے اور ہر چیز فنا کے پردے میں چلی جائے گی۔ اس تباہی کے بعد دوبارہ صور پھونکنے پر ایک نیا نظام عالم وجود میں لایا جائے گا۔ تمام انسانوں کو پھر سے پیدا کیا جائے گا اور سب بارگاہ خداوندی میں حاضر ہونگے اس دن انسانوں کو ان کے اعمال کی جزاء سزا ملے گی یعنی اگر انسان کے اعمال اچھے ہونگے تو اچھا بدلہ یعنی بہشت پائے گا اور برے اعمال پر سزا ملے گی یعنی دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

"اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہی ہیں جو میں تمہارے لیے شمار کرتا ہوں پھر تم کو اس کا پورا پورا بدلا دونگا جو کوئی جزائے خیر پائے وہ خدا کا شکر ادا کرے اور جو کوئی برائی پائے تو اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔"

مزید فرمایا:

"تو جن کے اعمال بھاری ہونگے وہ دل پسند زندگی میں ہونگے اور جن کے اعمال کے وزن ہلکے ہونگے ان کی

منزل ہاویہ ہے۔ (القارعہ)

آخرت پر ایمان لانے کے ثمرات

آخرت پر ایمان لانے سے احساس ذمہ داری اور با مقصد زندگی کا شعور پیدا ہوتا ہے کہ اللہ نے انسان کو بیکار پیدا نہیں کیا جیسا کہ کفار خیال کرتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں بیکار پیدا کیا گیا ہے اور تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے۔"

جب انسان کی زندگی با مقصد ہے تو اس مقصد کی تکمیل اس صورت ممکن ہے جب اسکے بارے میں باز پرس ہو جس عمل کا احتساب نہ ہو وہ اپنا اثر مرتب نہیں کرتا اگر انسان کے اعمال کا مواخذہ نہ ہو تو خیر و شر اور نیکی و بدی کا فرق ختم ہو جائے چنانچہ اعمال کا محاسبہ انسان کو احتیاط کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ مجرم محاسبے کے ڈر سے ہی جرم کرنے سے ہچکچاتا ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے:

"اور ایمان والے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور بری طرح حساب لیے جانے سے خوف کھاتے ہیں۔
(الرعد 21)

اللہ سے ڈرو اور خوب سمجھ لو کہ تمہیں اس کے پاس حاضر ہونا ہے۔" (البقرہ 243)

عقیدۂ آخرت پر ایمان معاشرتی زندگی پر خوشگوار اثر مرتب کرتا ہے کیونکہ عقیدۂ آخرت کا قائل شخص بنی نوع انسان سے شفقت و ہمدردی سے پیش آئے گا ظلم و ستم، لوٹ گھسوٹ بد اخلاقی اور بدکرداری سے باز رہتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ برائیاں انسان کے نامہ اعمال کو سیاہ کر دیتی ہیں اور جہنم کی آگ کا ایندھن

بناتی ہیں۔

عقیدۂ آخرت کا قائل شخص دنیاوی زندگی کو عارضی سمجھتا ہے اور یہاں کے دُکھ درد اور رنج ومصائب کو عارضی سمجھ کر ان پر صبر کرتا ہے کیونکہ دنیاوی زندگی کی طرح اس کے مصائب وآلام بھی عارضی اور فانی ہیں۔

عقیدۂ آخرت سے ہمیں فکر کی دعوت ملتی ہے کہ ایک دن خدا کے سامنے حاضر ہوکر ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے اس وجہ سے وہ ہمہ وقت عاقبت سنوارنے کی فکر میں رہتا ہے اور کسی وقت بھی وہاں کی فکر سے غافل نہیں ہوتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> ''اور جو کوئی اللہ سے ملاقات کی توقع رکھتا ہے وہ جان لے
> کہ اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آنے والا ہے اور اللہ خوب سننے
> والا اور جاننے والا ہے۔''   (العنکبوت، 5)